سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کا ذکر خیر

(فرمودہ ۱۶۔ جولائی ۱۹۴۰ء)

۱۶۔ جولائی ۱۹۴۰ء بعد نماز مغرب مسجد مبارک قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد کی صاحبزادی امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نکاح تین ہزار روپیہ مہر پر شیر علی صاحب ولد سیٹھ علی محمد بھائی صاحب کے ساتھ پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

جس نکاح کے اعلان کے لئے میں اس وقت کھڑا ہوں اس میں لڑکی سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب کی ہے جو سکندر آباد کے رہنے والے ہیں گو آج مجھے نقرس کے درد کی تکلیف ہے اور یوں بھی جب لڑکے لڑکی والے دونوں یہاں موجود نہ ہوں تو عربی کے خطبہ پر ہی کفایت کرتا ہوں کیونکہ نصیحت جن کے لئے ہوتی ہے وہ خود ہی موجود نہ ہوں تو چنداں فائدہ نہیں ہوتا مگر اس وقت میں نے الفضل والوں کو بلالیا ہے تاکہ خطبہ لکھ لیں تاکہ شائع ہو کر ان تک پہنچ جائے اور یہ ان تعلقات کی وجہ سے ہے جو سیٹھ عبداللہ صاحب سے مجھے ہیں۔

سیٹھ صاحب جب غیر احمدی تھے ایک ہمارا وفد حیدر آباد میں تبلیغ کے لئے گیا۔ وفد کے ارکان کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ سکندر آباد میں خوجوں میں سے ایک صاحب دین سے بہت دلچسپی رکھتے ہیں نماز روزہ کے پوری طرح پابند ہیں اس پر وہ دوست ان کے پاس بھی گئے اور تبلیغ کی۔ سیٹھ صاحب نے چار پانچ سوال لکھ کر دیئے کہ ان کے جواب دے دیئے جائیں اگر ان سے میری تسلی ہو گئی تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔ ہمارے مبلغین نے وہ سوال مجھے دیئے اور

ساتھ ہی لکھا کہ یہ صاحب بہت شریف اور بااخلاق ہیں ان کے دل میں دین کی بڑی محبت ہے، ان کے لئے دعا کی جائے کہ احمدی ہو جائیں کیونکہ اگر یہ احمدی ہو گئے تو اس علاقہ میں تبلیغ احمدیت کا بڑا ذریعہ بن جائیں گے میں نے ان کے سوالات کا جواب بھی لکھا اور دعا بھی کی۔

میں نے رؤیا میں دیکھا کہ باہر صحن میں ایک شخص بیٹھا ہے سیٹھ صاحب کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا۔ جب بعد میں دیکھا تو ان کی شکل اس شخص سے ملتی جلتی تھی جسے میں نے رؤیا میں دیکھا تھا۔ تو میں نے دیکھا ایک صاحب باہر تخت پر بیٹھے ہیں ان کے سر پر چھوٹی سی ٹوپی ہے وہ کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہیں۔

اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان میں شگاف ہوا ہے جس میں سے نور پھینک رہے ہیں اور وہ اس شخص پر گر رہا ہے۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا اور نہ صرف ہدایت دے گا بلکہ سلسلہ کے لئے مفید بنائے گا۔ میرا خیال ہے کہ شاید ان کے سوالات کے جواب ابھی میری طرف سے انہیں نہ پہنچے تھے کہ انہوں نے استخارہ کرکے بیعت کرلی۔

اس کے بعد احمدیت سے ان کا عشق بڑھتا گیا اور وہ بڑی سے بڑی قربانی اور ہر رنگ کی قربانی کرتے رہے ہیں۔ تبلیغ میں اس حد تک انہیں جوش ہے کہ جیسا کہ قرآن کریم میں وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ○ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ○ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ○ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ○ [۲] ارشاد فرمایا گیا ہے یہ مقام ان کو حاصل ہے۔ یوں ان کی مذہبی تعلیم کچھ نہیں انگریزی کا چونکہ ان کی قوم میں رواج ہے کہ اس میں خط و کتابت کرتے ہیں اس لئے وہ اس میں لکھ پڑھ لیتے ہیں ورنہ کالج میں تعلیم پاکر اس میں خاص کسب کمال کیا ہو یہ بات نہیں مگر اس جوش میں کہ تبلیغ کریں اردو، انگریزی اور گجراتی میں کتابیں لکھتے رہتے ہیں اور پھر تبلیغی لٹریچر شائع کرانے کی انہیں ایسی دھن ہے کہ ان کی جدوجہد کو دیکھ کر شرم آجاتی ہے کہ قادیان میں اتنا عملہ ہونے کے باوجود اس دھن سے کام نہیں ہوتا جس سے وہ کرتے ہیں۔ انہوں نے تبلیغی لٹریچر کی اشاعت کے کئی ڈھنگ نکالے ہوئے ہیں۔ کسی غریب اور بے کار آدمی کو پکڑ لیتے ہیں اور تبلیغی لٹریچر دے کر کہتے ہیں جاؤ سٹیشنوں پر جاکر اسے فروخت کرو اور جو آمد ہو وہ تم لے لو۔ اس طرح وہ اپنی ایک کتاب کے ۱۵۔ ۱۵، ۱۶۔ ۱۶ ایڈیشن شائع کرچکے ہیں۔ غرض وہ اس دھن سے تبلیغ احمدیت کا کام کرتے ہیں کہ اگر چند اور ایسے کام کرنے والے

ہوتے تو اس وقت تک بہت بڑا کام ہو چکا ہوتا۔ مدراس وغیرہ کی طرح جماعتیں گو ابھی چھوٹی چھوٹی ہیں مگر ان کے لٹریچر کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ وہ عام اخبارات میں اشتہار دیتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ کتابیں ہیں اگر کوئی مول لینا چاہے تو قیمتاً لے لے اور اگر کوئی مفت لینا چاہے تو مفت منگالے اس طرح لوگ ان سے کتابیں منگاتے اور پڑھتے ہیں۔

پھر یوں بھی تبلیغ میں اس قسم کا جوش پایا جاتا ہے کہ وہ دیوانگی جو ایمان اور اخلاص ایک مؤمن میں پیدا کرنا چاہتا ہے ان میں پائی جاتی ہے آگے اولاد کے متعلق بھی ان کی یہی خواہش ہے کہ وہ تبلیغ میں مصروف رہے۔ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے سیٹھ علی محمد صاحب کو ولایت بھجوایا ان کے واپس آنے پر یہی خواہش ظاہر کی کہ دین کی خدمت کرے۔ چھوٹے لڑکے کے متعلق بھی ان کی یہی خواہش ہے کہ دین کا خادم بنے۔ وہ مجھ سے جب بھی اپنی اولاد کے لئے دعا کی خواہش کرتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ دعا کریں میری اولاد دین کی خادم ہو۔ یہی شادی جس کا میں خطبہ پڑھ رہا ہوں اس میں بھی یہی خواہش کام کر رہی ہے۔ سیٹھ صاحب خود خدا کے فضل سے زیادہ آسودہ حال ہیں لڑکا ایسا نہیں ہے مگر سیٹھ صاحب کی خواہش ہے کہ چونکہ اس خاندان میں احمدیت نہیں اس لئے جب لڑکی جائے گی اور انہیں تبلیغ کرے گی تو وہ لوگ بھی احمدی ہو جائیں گے۔

سیٹھ صاحب کے چھوٹے بھائی خان بہادر احمد صاحب چھوٹے رہ گئے تھے جب ان کے والد فوت ہوئے سیٹھ عبداللہ بھائی کی یہ بھی نیکی ہے کہ انہوں نے چھوٹے بھائی کو پالا اور اپنی کوئی الگ جائداد نہ بنائی بلکہ بھائی کے ساتھ مشترکہ ہی رکھی۔ وہ سیٹھ صاحب کے منجھلے بھائی ہیں، اپنے کاروبار میں بہت ہوشیار ہیں، اتنے ہوشیار کہ سیٹھ صاحب کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ وہ بہت زیادہ کما سکتے ہیں کماتے رہے ہیں اور کماتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ مالی لحاظ سے، رسوخ کے لحاظ سے، حکام سے میل جول کے لحاظ سے اور پبلک کے ساتھ تعلقات کے لحاظ سے بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں ان پر سیٹھ صاحب کے سلوک کا ایسا اثر ہے کہ جس طرح بہت نیک بیٹا اپنے باپ کا ادب کرتا ہے اسی طرح وہ سیٹھ صاحب کا ادب کرتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی سیٹھ صاحب کی یہی خواہش ہے کہ دعا کریں احمدی ہو جائیں۔

بلکہ جب میں حیدر آباد گیا تو جس وقت دونوں بھائی میرے سامنے اکٹھے ہوتے انہیں سیٹھ صاحب یہی کہتے احمد بھائی بہت دنیا کمائی۔ اب احمدی ہو جاؤ۔ تو تبلیغ کا ان میں وہ جوش پایا جاتا

ہے جو بعض ان مبلغین میں بھی نظر نہیں آتا جنہوں نے خدمت دین کے لئے زندگیاں وقف کی ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے احسانوں میں سے یہ بھی ایک احسان سمجھتا ہوں کہ تجارت کرنے والے طبقہ میں سے بھی احمدی ہوں جو اپنے طبقہ میں تبلیغ کر سکیں۔

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراس کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں احمدی ہوئے ان میں بڑا اخلاص تھا اور خوب تبلیغ کرنے والے تھے ان کا ایک واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے درد سے سنایا کرتے تھے اور مجھے بھی جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو ان کے لئے دعا کی تحریک ہوتی ہے۔ ابتداء میں ان کی مالی حالت بڑی اچھی تھی اور اس وقت وہ دین کے لئے بڑی قربانی کرتے تھے۔ تین سو، چار سو، پانچ سو روپیہ تک ماہوار چندہ بھیجتے تھے۔ خدا کی قدرت وہ بعض کام غلط کر بیٹھے اور اس وجہ سے ان کی تجارت بالکل تباہ ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ان ہی کے متعلق ہوا۔ ؎

قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے [۳]

جب یہ الہام ہوا تو پہلے مصرعہ کی طرف ہی خیال گیا اور "قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے" سے یہ سمجھا گیا کہ سیٹھ صاحب کا کاروبار پھر درست ہو جائے گا۔ اور دوسرے مصرعہ "بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے" کی طرف ذہن نہ گیا کہ پہلے کام بن کر پھر بگڑ جائے گا بلکہ اسے ایک عام اصول سمجھا گیا۔ سیٹھ صاحب کے کاروبار کو دھکا لگنے کے بعد دو تین سال حالت اچھی ہو گئی مگر پھر خراب ہو گئی اور یہاں تک حالت پہنچ گئی کہ بعض اوقات کھانے پینے کے لئے بھی ان کے پاس کچھ نہ ہوتا۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عجیب محبت کے رنگ میں ان کا ذکر کیا۔ فرمایا سیٹھ عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا صاحب کا اخلاص کتنا بڑھا ہوا تھا پانچ سو روپے کی رقم تھی جو انہوں نے اس موقع پر بھیجی تھی کسی دوست نے ان کی مشکلات کو دیکھ کر دو تین ہزار روپیہ انہیں دیا کہ کوئی تجارتی کام شروع کر دیں یا برتنوں کی دکان کھول لیں۔ اس میں سے پانچ سو روپیہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھجوا دیا اور لکھا مدت سے میں چندہ نہیں بھیج سکا اب میری غیرت نے برداشت نہ کیا کہ جب خدا تعالیٰ نے مجھے ایک رقم بھجوائی ہے تو میں اس میں سے دین کے لئے کچھ نہ دوں۔ غرض خدمت دین کے لئے ان کا اخلاص بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک عرصہ تک شیخ رحمت اللہ صاحب کو

بھی خدمت دین کی توفیق ملی مگر افسوس کہ ان کا انجام اتنا اچھا نہ ہوا۔ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب نے ابتداء سے خدمت شروع کی حضرت خلیفہ اول کا زمانہ بھی پایا، پھر میرا زمانہ بھی پایا، اب بھی ان کی لڑکیوں کی اولاد گو احمدی نہیں مگر حالت یہ ہے کہ سال ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا مدراس کے ایک محمد یعقوب صاحب بہت مشہور کانگرسی تھے ان کے ایک بھائی کو سیٹھ صاحب کی نواسی بیاہی ہوئی تھی ان کی طرف سے کپڑوں کا ایک پارسل پہنچا اور ساتھ لکھا تھا میں غیر احمدی ہوں، میری بیوی سیٹھ عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا صاحب کی نواسی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے کپڑے قادیان پہنچا دینا اب میں یہ کپڑے بھیج رہا ہوں۔ یہ سیٹھ صاحب کے اخلاص کا ہی نتیجہ تھا کہ اتنے عرصہ کے بعد بھی ان کے خاندان کی ایک عورت کو قادیان کا خیال رہا۔

مجھے سیٹھ صاحب کا ایک لطیفہ بھی کبھی نہیں بھولتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بڑی تعریفیں کی ہیں اور اس وقت کے لوگ جانتے ہیں کہ آپ سیٹھ صاحب کی کتنی قدر کرتے تھے اور جماعت میں بھی ان کی کتنی قدر تھی۔ سیٹھ صاحب کا لفظ سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب سے مخصوص تھا۔ بغیر نام سننے کے سیٹھ صاحب کہنا کافی ہوتا اور لوگ سمجھ لیتے تھے کہ مراد سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب ہیں انہیں صدر انجمن کا ممبر بنایا ہوا تھا۔ حضرت خلیفہ اول کے وقت میں جب اختلاف شروع ہوا تو دونوں فریق نے کوشش کی کہ سیٹھ صاحب ہمارے ساتھ ہوں۔ دونوں فریق نے انہیں لٹریچر بھیجا تو وہ بے چین سے ہو گئے چونکہ بہت غربت کی حالت تھی قادیان نہ آسکتے تھے ان کے ایک دوست کروڑ پتی تھے ان سے کسی نے سیٹھ صاحب کی بے چینی کا ذکر کیا تو انہوں نے کچھ روپے دیئے اور کہا کہ آپ قادیان ہو آئیں۔ روپیہ ملنے پر وہ چل پڑے راستہ میں صندوق کھول کر جو کوئی چیز نکالنے لگے تو بٹوا جس میں روپیہ اور ٹکٹ بھی تھا نیچے گر گیا اور انہیں پتہ نہ لگا۔ ایک جگہ انہوں نے دودھ خریدا اور بٹوا نکال کر پیسے دینے لگے تو معلوم ہوا کہ بٹوہ تو ہے ہی نہیں۔ اس پر انہوں نے دودھ واپس کر دیا اور دودھ والا برا بھلا کہتا چلا گیا۔ ان کے ساتھ ہی کوئی اور بھی سوار تھا اسے یہ دیکھ کر تعجب تو ہوا مگر کچھ نہ بولا۔ سیٹھ صاحب نے سنایا دو تین گھنٹہ کے بعد جب کھانے کا وقت آیا تو اس نے کھانا کھایا مگر میں یونہی بیٹھا رہا شام کے وقت اس نے پھر کھانا کھایا مگر میں نے کچھ نہ کھایا۔ اس وقت وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کیا بات ہے آپ نے سارے دن میں کچھ نہیں کھایا حالانکہ آپ بوڑھے

آدمی ہیں آپ کو تو بار بار کھانا چاہئے تھا۔ میں نے کہا بات یہ ہے کہ میرا بٹوہ گم ہو گیا ہے جس میں نقدی تھی اور ٹکٹ بھی تھا۔ اس نے کہا یہ بہت افسوس کی بات ہے۔ آپ نے مجھے علم نہ دیا میں چونکہ آپ کا ساتھی ہوں اس لئے میرا حق ہے کہ ایسی حالت میں آپ کی مدد کروں چنانچہ وہ زبردستی انہیں ہوٹل میں لے گیا اور کھانا کھلایا اور پھر راستہ میں کھلاتا پلاتا آیا اور ٹکٹ کے متعلق اس نے کہہ دیا آپ کوئی فکر نہ کریں پچھلا کرایہ میں ادا کر دوں گا اور آگے کے لئے ٹکٹ لے لوں گا۔ کسی جگہ جہاں گاڑی بدلنی تھی غالباً دہلی کا سٹیشن تھا وہاں جب ٹرنک اٹھایا تو نیچے سے بٹوہ نکل آیا۔

آخر سیٹھ صاحب یہاں پہنچے بعض دوست ان کے پاس گئے اور سمجھانے لگے۔ ادھر مولوی محمد علی صاحب وغیرہ نے انہیں اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ چونکہ سیٹھ صاحب کا احمدیت سے تعلق اخلاص اور محبت کا تھا اس لئے بظاہر باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ معلوم ہوتا۔ آدمی تجربہ کار تھے کچھ ظاہر نہ ہونے دیتے۔ دونوں خیال کے لوگ سمجھتے کہ ہمارے ساتھ ہیں اتنے میں صدر انجمن احمدیہ کی میٹنگ ہوئی اور اس میں فیصلہ طلب مسائل پیش ہوئے۔ ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب وہ دیکھتے کہ کوئی بات مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے پیش ہو رہی ہے تو اس کے متعلق مولوی صاحب کی رائے معلوم کرنے کے لئے کہتے مولوی صاحب ہمیں تو اس کے متعلق کچھ علم نہیں آپ اس کی تفصیل اور تشریح کر دیں۔ اس پر مولوی صاحب بتا دیتے کہ اس بارے میں ان کا کیا خیال ہے اس کے بعد ان کے ساتھی وہی رائے دے دیتے۔ چونکہ کثرت ان کی تھی ہمارے لئے بولنے کا موقع ہی نہ ہوتا۔ مولوی محمد علی صاحب کی رائے کی تائید میں رائے دینے والے ڈاکٹر محمد حسین صاحب تھے، شیخ رحمت اللہ صاحب تھے، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے، خواجہ صاحب تھے، شروع میں ایک لمبے عرصہ تک خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم بھی ان کے ساتھ رہے اور ان کے بڑے جوشیلے ساتھی تھے ادھر میں اکیلا یا ہم دو آدمی ہوتے تھے ہماری رائے پر کوئی غور ہی نہ کرتا تھا۔ نواب صاحب نے مجلس میں جانا چھوڑ دیا تھا ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب باہر ہوتے تھے اس لئے مجلس میں جانے والا آخر میں ہی رہ گیا تھا۔ اس دن ان لوگوں نے سیٹھ صاحب پر زور دیا کہ آپ بھی رائے دیں پہلے تو انہوں نے کہا کہ میں کیا رائے دے سکتا ہوں میں دیکھتا ہوں آپ کام کریں۔ جب پھر زور دیا تو چونکہ بزنس مین کی سمجھ بڑی تیز ہوتی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ان لوگوں نے مخول بنا رکھا ہے۔ ایک ہی

شخص سے پوچھتے ہیں آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں اور جب وہ اپنی رائے ظاہر کر دیتے ہیں تو وہی رائے خود دے دیتے ہیں۔ دو تین بار یہی طریق دیکھ چکے تھے جب انہیں پھر کسی نئے مسئلہ کے بارہ میں کہا گیا کہ سیٹھ صاحب آپ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں تو اسی کمرہ میں جو اس مسجد کے ساتھ چھوٹا سا ہے اسی طرز پر جس طرح وہ لوگ ہاتھ بڑھا کر کہا کرتے تھے میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگے اس بارے میں جو میاں صاحب فرماتے ہیں وہی میری رائے ہے۔ یہ پہلی دفعہ تھی جب انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا اور پھر کھل گئے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سیٹھ صاحب کا وجود بھی ایک نشان کے طور پر دیا ہوا تھا۔ ان کی دینی تعلیم کوئی ایسی نہ تھی مگر مدراس میں ان کی وجہ سے جماعت قائم ہوگئی اور دوسرے لوگوں پر بھی ان کا نہایت اچھا اثر تھا۔ مجھے یاد ہے کہ سالہا سال تک ایک سیٹھ لال جی وال جی تین سو روپیہ ماہوار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجتا رہا۔ وہ یہی لکھتا تھا کہ میرے دوست سیٹھ عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا صاحب کی حالت چونکہ کمزور ہوگئی ہے اس لئے اب میں ثواب حاصل کرنے کے لئے یہ رقم بھیجتا ہوں۔

ان کے بعد سلسلہ میں بڑے تاجروں میں سے کوئی نہ رہا تھا اور خیال آیا کرتا تھا کہ تاجروں میں سے کوئی احمدی ہو۔ تاکہ اس طبقہ میں تبلیغ کی جاسکے۔ پنجاب میں تو کوئی بڑا مبائع تاجر نہیں ہے، معمولی ہیں ان کی اور بات ہے سیٹھ عبداللہ صاحب کو خدا تعالیٰ نے شروع خلافت میں ہی دے دیا اور انہوں نے اسی وقت سے نہایت سرگرمی کے ساتھ تبلیغ شروع کر دی جس پر آج ۲۲۔ ۲۳ سال کا زمانہ گزر رہا ہے مگر ان کے جوش تبلیغ میں فرق نہیں آیا۔ ان پر خدا تعالیٰ کا یہ بھی فضل ہو گیا کہ وہ پہلے بہت اونچا سنتے تھے کان پر ایک کپی سی لگا کر بیٹھتے تھے اور جوں جوں انسان کی عمر بڑھتی ہے یہ مرض بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اس وقت کہا کرتے تھے کہ دعا کریں کان درست ہو جائیں تاکہ تقریریں اچھی طرح سن سکوں اب خدا تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل کیا ہے کہ کان کے پیچھے ہاتھ باندھ کر دور بیٹھے ہوئے بھی سن لیتے ہیں۔ پہلے تو ان کی یہ حالت تھی کہ میرے سامنے میز پر بیٹھ کر یا میز سے ٹیک لگا کر لاؤڈ سپیکر کا سا آلہ کان سے لگا کر سنا کرتے تھے۔

میں نے ان کے اخلاص اور تبلیغی خدمات کا اس لئے بھی ذکر کیا ہے کہ ہمارے کام کرنے والے نوجوان ان سے سبق سیکھیں اور دیکھیں کہ کس طرح ایک شخص بڑی عمر میں جب آرام کرنے کا وقت ہوتا ہے کام کر رہا ہے۔ دکان کے کاروبار سے وہ پنشن لے چکے ہیں اس میں کام

نہیں کرتے ان کا الگ کمرہ ہے جس میں اب وہ تصنیف کا کام کرتے ہیں نوجوانوں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

پھر میں نے اس لئے بھی ذکر کیا ہے کہ جب کسی انسان کی خدمات اور اخلاص کے متعلق واقفیت ہو تو اس کے لئے دعا کی تحریک ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے لڑکے کی مالی حالت ان جیسی نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے محض اس لئے کہ لڑکی اس خاندان میں جاکر تبلیغ احمدیت کرے یہ رشتہ کیا ہے۔ احباب دعا کریں کہ سیٹھ صاحب نے جس خواہش کے پیش نظر یہ رشتہ کیا ہے خدا تعالیٰ اسے پورا کرے اور اس خاندان میں احمدیت پھیلائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس قوم نے جس کو دین سمجھا اس کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ مالی قربانی کرنے میں یہ لوگ خوجے، میمن اور بوہرے بہت بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے دنیوی لحاظ سے انہیں برکت بھی دی ہے۔ یہ لوگ ظاہر میں جسے دین سمجھتے ہیں خواہ حقیقت میں وہ غلط ہی ہو اس کے لئے انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ ہماری جماعت میں سے جو لوگ وصیت کرتے ہیں وہ دسواں حصہ دیتے ہیں اور جماعت کے مقابلہ میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن ہر خوجہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ دیتا ہے۔ پچھلے زمانہ میں تو ان میں اتنا غلو پایا جاتا تھا کہ ایک آغا خان تھے (یہ خطاب ہے نام نہیں) ان کا حکم تھا کہ اگر مقررہ رقم کی ادائیگی کے وقت تم سمندر میں ہو تو سمندر میں ہی گرا دو ہمیں پہنچ جائے گی۔ دراصل یہ ایک ڈھنگ تھا باقاعدہ ادائیگی کے لئے پابند بنانے کا اگر پانچ فیصدی رقم سمندر میں گرا بھی دی جاتی تو ۹۵ فیصدی باقاعدہ پہنچ جاتی۔ وہ لوگ اسی طرح کرتے اگر سمندر میں جاتے ہوئے وقت آجاتا تو سمندر میں پھینک دیتے۔

پس ان قوموں نے جسے دین سمجھا اس کے لئے بڑی قربانی کی ان میں اگر احمدیت پھیل جائے تو اس کا بہت اچھا اثر ہندوستان میں ہوگا۔

سیٹھ صاحب کی کتابیں دور دور اثر کرتی ہیں ان کے لٹریچر کے ذریعہ ہی ایک بڑے آدمی کی بیوی احمدی ہوئی۔ میں ان صاحب کا نام نہیں لیتا بہت بڑے آدمی ہیں بڑے بڑے افسروں اور گورنروں کی پارٹیوں میں جاتے ہیں اور وہ ان کے گھر پر آتے ہیں ان کی بیوی نے سیٹھ صاحب کی کسی کتاب میں پردہ کے متعلق پڑھا تو پردہ کرنے لگ گئی اور پارٹیوں میں جانا چھوڑ دیا۔ اس پر سارے گھر والے اسے پاگل کہنے لگ گئے اس نے مجھے لکھا میں حیران ہوں کہ کیا کروں۔ میں

نے جواب دیا کہ پردہ کرنا شریعت کا حکم ہے جس حد تک اس پر عمل کر سکتی ہو کرو۔ مجھ پر اس سے یہ اثر ہوا کہ سیٹھ صاحب کی کتاب کا اثر کہاں جا پہنچا اتنے بڑے گھرانے کی خاتون ولایت سے پھر کر آئی ہوئی اس کے خاوند اور خسر کو نواب کا خطاب ملا ہوا ہے وہ ایسی متأثر ہوئی کہ پردہ کرکے گھر میں بیٹھ گئی۔ کیونکہ سیٹھ صاحب کے دل سے نکلی ہوئی بات اپنا اثر کر رہی ہے اور جنوب مغربی ہند میں اس کا بہت اثر ہے۔ یہ رشتہ کی خواہش بھی نیک ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اس موقع پر سیٹھ صاحب کی تبلیغی خدمات کا ذکر کروں تاکہ دعا کی تحریک ہو۔

سیٹھ صاحب کی لڑکی کا نام امتہ الحفیظ بیگم ہے ان کی سالی کا لڑکا ہے جسے کوشش کرکے انہوں نے احمدی بنایا ہے اور وہ کئی سال سے احمدی ہے۔ اس کا نام شیر علی ہے اور بمبئی کے پاس تھانہ میں رہتا ہے۔ دونوں کی طرف سے تار آگیا ہے انہوں نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے پس میں اعلان کرتا ہوں کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد کی لڑکی امتہ الحفیظ بیگم کا نکاح تین ہزار مہر پر شیر علی ولد علی محمد بھائی صاحب سے قرار پایا ہے۔ میں دونوں کی طرف سے منظور کرتا ہوں دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

(الفضل ۶۔ اگست ۱۹۴۱ء صفحہ ۴، ۵)

۱؎ الفضل ۱۸۔ جولائی ۱۹۴۰ء صفحہ ۲

۲؎ النزعٰت : ۲ تا ۶

۳؎ تذکرہ صفحہ ۶۸۲۔ ایڈیشن چہارم